تطلیقِ ثلاثہ

قاری عبدالحفیظ صاحب کے تعاقب کے جواب میں!

۴۔ متفرقات

سنت اور جائز کا مسئلہ۔

قاری صاحب فرماتے ہیں:

"نیز جس طرح متفرق طور پر دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پر کسی کو اعتراض نہیں ہے اسی طرح ایک ہی مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے وقوع پر بھی کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی سنت اور جائز ہیں" (منہاج مذکور ص ۳۰۴)

اب دیکھئے جن لوگوں کو ایک مجلس کی تین طلاق کے بصورتِ تین واقع ہونے میں اعتراض ہے' ان کی تعداد کثیر ہے جسے ہم "اجماع کی حقیقت" کے تحت تفصیل سے بیان کر آئے ہیں، جس سے حقیقتِ حال کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ عملی میدان میں بعض مقامات پر متعصب قسم کے حنفی حضرات اس "اجماع" کو انتشار، قطع رحمی اور بائیکاٹ کے ذریعہ زبردستی مسلمانوں پر ثابت کرنا اور ٹھونسنا چاہتے ہیں۔ اسی اجماع کی آڑ میں اہل حدیثوں کو کافر قرار دینا، ان سے مقاطعہ کرنا اور انہیں مساجد سے نکال دینا تک روا رکھا جاتا ہے۔ ایسے واقعات کے وقوع کے باوجود احناف کو اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نظر نہیں آتا اور وہ بدستور ابھی تک اجماع کے دعویٰ کی رٹ لگا رہے ہیں۔

رہی یہ بات کہ ایک مجلس کی تین طلاق بھی سنت اور جائز ہیں' تو اس سلسلہ میں ہماری

گزارشات یہ ہیں کہ :

(۱) قاری صاحب خود حافظ بدرالدین عینی کے حوالہ سے فرمارہے ہیں کہ "جس شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی لیکن طلاقیں دینے والا گنہگار ہو گا" (رسالہ مذکور ص ۳۱۴)

کیا یہ ممکن ہے کہ سنت اور جائز کام کرنے والا گنہگار ہو؟ بالفاظِ دیگر اگر ایک مجلس میں تین طلاق دینا گناہ کا کام ہے تو یہ سنت اور جائز کیسے ہو سکتا ہے؟

(۲) اگر ایک مجلس میں تین طلاق دینا بھی سنت اور جائز ہے تو علماء و فقہائے احناف نے ایسی طلاق کو بدعی کا نام کیوں دیا ہے؟ (ملاحظہ ہو ہدایہ اولین ۔کتاب الطلاق ۔باب طلاق السنہ) کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ہی چیز بیک وقت سنت اور جائز بھی ہو اور بدعت اور کارِ معصیت بھی؟

مسلک کی حمایت

قاری صاحب موصوف ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"فاضل مقالہ نگار مولانا عبدالرحمٰن کیلانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پرویز اور جعفر شاہ صاحب پھلواردی کی جانب سے اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے جب تطلیقِ ثلاثہ کے موضوع پر پہنچے تو چونکہ یہ مسئلہ ان کے اپنے نظریہ اور عقیدہ نیز مسلک اہل حدیث کے خلاف تھا لہٰذا کیلانی صاحب نے اپنے مسلک کی حمایت کو مقدم سمجھا اور حضرت عمرؓ پر برس پڑے اور بیک جنبشِ قلم انھیں مخالفِ کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ قرار دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا ۔ چنانچہ لکھتے ہیں" ہمیں یہ تسلیم کر لینے میں کوئی باک نہیں کہ آپؓ کا یہ فیصلہ براہِ راست کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے خلاف تھا" (منہاج مذکور ص ۲۰۲)

اس سلسلہ میں جو مجھ سے تسامح ہوا اس کا بھی اور جو قاری صاحب موصوف سے لغزش ہوئی اس کا بھی میں پہلے ذکر کر آیا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائے ۔ رہی مسلک کی حمایت کی بات تو چونکہ ہمارا مسلک کتاب وسنت کی حمایت اور دفاع ہے لہٰذا میں قاری صاحب کے اس طعنۂ حمایت کو خوش آمدید کہتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی زیادہ سے

زیادہ توفیق بخشے۔ میرا اصل مضمون بعنوان "خلفائے راشدینؓ کی شرعی تبدیلیاں" دراصل میری اس مطبوعہ کتاب کا ایک باب ہے، جس کا نام "دفاعِ حدیث" ہے جو آئینہ پرویزیت کا پانچواں حصّہ ہے پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر حجِ تمتع کے مسئلے پر حضرت عمرؓ کے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ سنت کی حمایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اختلاف کر سکتے ہیں اور سائل کو یوں جواب دے سکتے ہیں کہ "قابلِ قبول بات رسول اللہؐ کی ہے نہ کہ میرے باپ کی" (ترمذی - ابواب الحج باب ما جاء فی التمتع) تو کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ کردار ہمارے لیے رہنمائی کا کام نہیں دے سکتا؟ اگر میں نے بیس بائیس معاملات میں پرویز صاحب اور پھلواروی صاحب کے اعتراضات سے حضرت عمرؓ کے دامن کو پاک کیا ہے تو اگر مجھے کچھ راہ نظر آتی تو کیا میرے لیے یہ بات باعثِ سعادت نہ تھی کہ اس اعتراض کو بھی آپؓ سے دور کر دیتا؟

پرویز صاحب اور پھلواروی صاحب کا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے تطلیقِ ثلاثہ کو نافذ کر کے دورِ نبوی اور صدیقی کے تعاملِ امت میں تبدیلی پیدا کر دی۔ اب قاری صاحب کے "یہ بھی سنت اور جائز، اور وہ بھی سنت اور جائز" کہنے سے تو کام نہیں چلتا جب کہ شبلی نعمانی جیسے حنفی محقق اسے اولیاتِ عمرؓ میں شمار کر کے اس تبدیلی کو تسلیم فرما رہے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کے اس اجتہاد کو اختلاف رکھنے والے صحابہؓ کے اجتہاد سے "کم صحیح" قرار دے رہے ہیں۔ اور پیر کرم شاہ ازہری صاحب کے تحریر میں حضرت عمرؓ کے کمالِ احترام کو ملحوظ رکھنے کے باوجود انھیں حضرت عمرؓ کی اس تبدیلی کی کوئی شرعی بنیاد نظر نہیں آتی۔ اسی طرح کے کئی دوسرے علماء کے اقتباس بھی ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔ پھر میں نے اگر اس تبدیلی کو "اجتہادی غلطی" کے تحت لا کر اسے کتاب وسنت کی منشا کے خلاف لکھ دیا تو کونسی نئی بات کہہ ڈالی ہے، جسے حنفی علماء تسلیم نہیں کرتے؟

مزید برآں اگر ہم حضرت عمرؓ کی اس تبدیلی کو درست قرار دینے کے درپے ہو جائیں تو اس سے ایک ایسے مفسدہ کی طرف راہ کھلتی ہے جس کی طرف یہ حضرات ہمیں لے جانا چاہتے ہیں۔ یعنی ہمیں بھی یہ حق ہونا چاہیے کہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق سنّتِ رسولؐ میں حسبِ ضرورت تبدیلیاں کر لیا کریں۔ لہٰذا راہِ صواب یہی ہے کہ حضرت عمرؓ کی اس تبدیلی کو کم صحیح یا کتاب وسنّت کی منشا کے خلاف قرار دے کر آئندہ کے لیے اس مفسدہ کی راہ بند

کر دی جائے ـــــ ویسے بھی ہم یہ عرض کر چکے کہ یہ "تبدیلی" ایک تعزیری حکم تھا۔
اب مسلک کی حمایت کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے اور وہ یہ ہے کہ قاری صاحب موصوف جس بات کا مجھے طعنہ دے رہے ہیں کیا ان کا اپنا دامن اس سے بچا ہوا ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ قاری صاحب ایک مجلس کی تین طلاق کے تین واقع ہونے کو اس لیے تسلیم نہیں کرتے کہ یہ حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہے، بلکہ اس لیے کرتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قیاس ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ جب کبھی حضرت عمرؓ کے فیصلے یا مسلک اور امام ابوحنیفہ کے مسلک میں اختلاف ہوگا، تو احناف حضرت عمرؓ کے فیصلہ کو کبھی درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے ہمیشہ ابوحنیفہؒ کے مسلک کو قبول کریں گے اور اسی کی تائید کریں گے۔ مثلاً حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں کو حجِ تمتع سے روکتے تھے (مسلم کتاب الحج) جبکہ احناف حجِ تمتع کو جائز ہی نہیں، بلکہ بہتر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ جہری نمازوں میں دعائے استفتاح بلند آواز سے پڑھنے کے قائل تھے اور کبھی کبھی پڑھا بھی کرتے تھے (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب من قال لا یجھر بالبسلمۃ) مگر احناف اسے درست نہیں سمجھتے۔ ان مثالوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ قاری صاحب موصوف حضرت عمرؓ کی آڑ میں حقیقتاً اپنے ہی مسلک کی حمایت فرما رہے ہیں۔

تقلید کی برکات

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں آج تک جو اختلاف چلا آرہا ہے، اور یہ اختلاف آئندہ بھی ختم ہوتا نظر نہیں آتا، تو اس کی اصل وجہ محض تقلید ہے۔ یہ تقلید ہی کے کرشمے ہیں کہ کتاب و سنت کے اتنے واضح اور صحیح دلائل کے باوجود آج تک یہ مسئلہ اختلافی ہی بنا ہوا ہے۔ اور اگر کوئی صاحب ذرا بالغ نظری سے کام لیں تو انہیں تقلید چھوڑنے کا طعنہ دیا جاتا ہے اور "تمسک بالتقلید" کی تلقین کی جاتی ہے۔
تطلیقِ ثلاثہ کے موضوع پر احمد نگر میں جو سیمینار منعقد ہوا، اس میں مولانا سید احمد صاحب عروج قادری مدیر ماہنامہ "زندگی" (رام پور) نے اس مسئلہ میں صرف اتنی لچک دکھائی کہ "جو شخص تین طلاقیں ایک ہی دفعہ دے دیئے مگر بعد میں یہ کہہ دے کہ اس کی نیت صرف ایک کی تھی اور باقی الفاظ تاکیدی تھے، یا وہ شخص یہ کہے کہ میں سمجھ رہا تھا کہ جب تک تین طلاق کا لفظ استعمال نہ کیا جائے، طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، تو ان صورتوں میں طلاق ایک ہی شمار کی جانی چاہیے

اور اگر اس کی نیت بھی فی الواقعہ تین کی ہی تھی تو پھر تین طلاقوں کو ایک قرار دینا میرے نزدیک صحیح نہیں" اور یہ ایسی بات تھی جس کے لیے فقہ حنفی میں گنجائش بھی موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود جناب عامر عثمانی صاحب مدیر (ماہنامہ "تجلی" دیوبند) نے عروج صاحب پر شدید گرفت کی اور فرمایا کہ "لوگوں کا جہل کسی فعل کی تاثیر میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ جیسے اگر کوئی شخص بھولے سے بھری ہوئی بندوق داغ دے اور گولی کسی انسان کے سینے میں لگ جائے تو وہ زخمی ہو ہی جائے گا۔ بھولے سے داغی ہوئی گولی بے اثر نہیں رہے گی"۔ (مقالات ص ۱۸۷)

طلاق یا بندوق کی گولی؟

اس کے جواب میں عروج قادری صاحب نے جو مضمون لکھا اُس کا عنوان "طلاق بندوق کی گولی نہیں ہے" تجویز فرمایا اور کئی مثالوں سے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ فی الواقعہ طلاق بندوق کی گولی نہیں۔ اس مضمون کا آخری پیرا قابلِ ملاحظہ ہے۔ عروج قادری صاحب عامر عثمانی صاحب سے فرماتے ہیں:

تواصو بالتقلید

"جب آپ نے مجھے تقلید کو دانتوں سے پکڑنے کا مشورہ دیا تھا اور اپنی تقلید پسندی کا اقرار کیا تھا تو میں نے ہنستے ہوئے عرض کیا تھا کہ آپ کسی مسئلے میں تو مقلدِ جامد بن جاتے ہیں اور کسی میں مجتہدِ مطلق۔ اب مزید عرض کرتا ہوں، اگر میں تقلید کو دانتوں سے پکڑے رہتا تو مسلم شریف کی روایت پر وہ مقالہ بھی تیار نہ ہوتا جس کو آپ نے بھی "بہت اچھا" کہا ہے اور آپ خود تقلید کو دانتوں سے نہ چھوڑتے تو طلاق نمبر مرتب نہ ہوتا"۔ (مقالات صفحہ ۱۶۳)

ان اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ علم حضرات کو اگرچہ کسی اشد ضرورت کے تحت تقلید کے سلسلہ میں نرمی اختیار کرنا پڑتی ہے لیکن اس کے باوجود "علیکم بالتقلید" کی تلقین کا فریضہ ادا کرتے رہتے ہیں اور لچک پیدا کرنے پر اربابِ تقلید کی طرف سے محاسبہ بھی کیا جاتا ہے۔ جہاں تقلیدی تعصب کا یہ حال ہو کہ صحیح احادیث کو تسلیم کر لینے کی بجائے اس کی تاویلات اور جوابات تلاش کرنے میں اپنی صلاحیتوں کو کھپایا جا رہا ہو، وہاں کبھی مسائل کا اختلاف ختم ہو سکتا ہے؟

کچھ آپس کی باتیں

(۱) اختلاف کا اعتراف

جناب عامر عثمانی مدیر "تجلی" دیوبند، جناب مولانا سید احمد عروج قادری مدیر "زندگی" رام پور سے مخاطب ہیں: "مدیر زندگی کا اجماع پر شبہ ظاہر کرنا معقولیت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ بجا طور پر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سینکڑوں سال سے اہل علم اپنی کتابوں میں اس اختلاف کا ذکر کرتے ہی آرہے ہیں اور علمائے خاصہ کی کتابیں بھی اس ذکر سے خالی نہیں واقعی ایسی صورت میں یہ سمجھنا ہی چاہیے کہ یہ مسئلہ کسی درجے میں اختلافی ہے لیکن ہم نے انھیں (یعنی عوام الناس کو۔ مؤلف) بتایا کہ یہ فتنے اور اختلاف کا بیج دراصل خوارج اور روافض کا بویا ہوا ہے۔ دس بارہ نام جو بعض کتابوں میں اختلاف کرنے والوں کے درج ہوگئے ہیں، وہ سب دھوکے کی ٹٹی ہیں۔ جہاں تک صحابہ کا تعلق ہے ان میں تو کسی ایک کی طرف بھی اختلاف کی نسبت کذب و افترا کے سوا کچھ نہیں، سفید جھوٹ ہے۔ باقی ناموں میں اکثریت ان کی ہے جو اچھا دو نقد کے بازار میں چھوٹی کوڑی کی بھی قیمت نہیں رکھتے۔ رہے ایک دو وہ نام جن کی کوئی اہمیت ہے تو ان کی طرف اختلاف کی نسبت ہی درست نہیں۔ قوی سندوں سے نقل کا کہیں پتہ نہیں۔ البتہ اجماع ثابت کرنے والی نقلیں قوی تر ہیں اور کثیر سندوں سے مروی ہیں جنھیں جھٹلانا کسی واقف فن کے لیے ممکن ہی نہیں ہے" (مقالات ص ۱۹۲)

یہ تحریر جناب عامر عثمانی صاحب کی ہے جو نہایت متعصب حنفی ہیں لہٰذا

ع مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

کے مصداق اس تحریر سے درج ذیل امور کھل کر سامنے آگئے ہیں:

(۱) اس مسئلہ کے اختلافی ہونے کا ٹھیک ٹھیک علم احناف کو بھی ہے اور ابتدا سے ہے۔ اس کے باوجود مسلک کی حمایت کی خاطر اجماع کا ڈھونگ رچایا گیا ہے اور اس اجماع کو ثابت کرنے کے لیے ہر طرح کے حربے استعمال کیے گئے ہیں۔

(۲) ہمارے قاری صاحب نے بھی فرمایا تھا کہ یہ مسئلہ ضروریات شیعہ سے ہے۔ عامر صاحب نے یہ بھانڈا بھی پھوڑ دیا اور یوں وضاحت فرمائی کہ "ہم نے انھیں بتایا کہ یہ فتنے اور اختلاف کا بیج دراصل خوارج اور روافض کا بویا ہوا ہے۔"

(۳) اس اقتباس میں عامر صاحب نے یہ اعتراف بھی فرما لیا کہ بعض صحابہؓ بھی اس فیصلہ سے اختلاف رکھتے تھے، لیکن ہماری پالیسی یہ رہی ہے کہ جہاں تک اس حقیقت پر مٹی ڈالی جا سکتی ہے، ڈالی جائے۔

(۴) قاری صاحب یہ بھی فرما رہے تھے کہ اہل حدیثوں نے یہ مسئلہ شیعہ حضرات سے لیا ہے۔ اب عامر صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ بعض صحابہ کرامؓ بھی اختیار کیے ہوئے تھے۔ تو کیا ان صحابہ کرامؓ نے بھی یہ مسئلہ شیعہ حضرات سے ہی لیا تھا، جو اب اہل حدیثوں پر یہ الزام لگانا ضروری ہے؟

۲۔ طلاقوں کے درمیان وقفہ

جناب محفوظ الرحمٰن صاحب قاسمی فاضل دیوبند، جناب عامر عثمانی مدیر "تجلی" دیوبند سے مخاطب ہیں:

"یہی باتیں (یعنی متفرق طور پر طلاق دینا منشائے خداوندی و مقتضائے قرآن کریم ہے) سینکڑوں برس سے احناف کے چوٹی کے علماء لکھتے آ رہے ہیں اور ان میں یہ بات مسلمہ تھی ـــــ کیونکہ مقصد امام شافعیؒ کا رد تھا۔ اب جب کہ یہی استدلال ان لوگوں کے حق میں جا رہا ہے جو تین کو الگ الگ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیک کلمہ تین طلاقیں کم سے کم تین نہیں سمجھی جائیں گی کیونکہ یہ تین مرتبہ واقع نہیں کی گئی ہیں، تو اب مولانا عامر عثمانی صاحب احناف کی ان متفقہ تصریحوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اصرار کر رہے ہیں کہ ان بزرگوں نے جو سمجھا، غلط سمجھا۔ یہاں بھی یہ "اثنین" ہی کے معنیٰ میں ہے سوال یہ ہے کہ اگر اس کا احتمال تھا کہ "مرّتان" یہاں "اثنین" کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے، تو آخر "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" کے باوجود محققین احناف کیوں کہتے چلے آ رہے ہیں کہ مرّتان "اثنین" کے معنی میں نہیں ہے ..." (مقالات ص ۱۹۱)

یہ اقتباس احناف کے سلف و خلف دونوں کے طریق کار، طرزِ استدلال اور مسلکی تعصب پر پوری طرح روشنی ڈال رہا ہے یعنی ان حضرات کو حقیقت تک پہنچنے اور اسے قبول کرنے سے غرض نہیں ہوتی، بلکہ ان کا اصل ہدف اپنے مخالف کے خلاف محاذ آرائی قائم کرنا ہوتا ہے۔ اور ان کے نزدیک حالات کی تبدیلی کے ساتھ طرزِ استدلال کے بدل لینے میں بھی کچھ حرج

نہیں ہے۔

دوسرے مسلک پر عمل

میں نے لکھا تھا "چوں کہ یہ فتویٰ (یک بارگی تین طلاق کو تین ہی شمار کرنا) انسانی فطرت کے خلاف ہے اور اس کے مفاسد بے شمار ہیں لہٰذا احناف کا ایک کثیر طبقہ امام صاحب کے اس فتویٰ سے متفق نہیں ہے وہ مالکیہ کے مطابق اسے ایک ہی طلاق قرار دیتے ہیں" اس پر قاری صاحب فرماتے ہیں کہ "فاضل مولف کی یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ احناف کا کثیر طبقہ امام صاحب کے اس فتویٰ سے متفق ہے اور امام مالک تین طلاق کو ایک قرار نہیں دیتے"

اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ اگر میں اکثر کا لفظ استعمال کرتا تو واقعی اس سے یہ مفہوم پیدا ہو سکتا تھا کہ تھوڑے حنفی ہیں جو امام صاحب کے اس فتویٰ سے اتفاق رکھتے ہیں، اور زیادہ مخالف ہیں لیکن فی الواقعہ یہ صورت نہیں۔ قلت اور کثرتِ تعداد کا لحاظ رکھا جائے تو فی الواقعہ اکثریت امام صاحب کے فتویٰ سے اتفاق رکھتی ہے۔ میں نے کثیر کا لفظ "بہت" یا "بہت سے" کے معنوں میں استعمال کیا ہے اور میرے خیال میں جس قدر نام میں نے "اجماع کی حقیقت" میں حنفی علماء کے گنوا دیئے ہیں ان پر بھی "ایک کثیر طبقہ" کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ علماء عام انسان نہیں بلکہ ان کا اپنا بھی وسیع حلقہ اثر ہے۔

رہا فقہ مالکی کے مطابق فتویٰ دینے کا معاملہ تو علمائے احناف سفارش یہ کرتے ہیں کہ جس طرح احناف مفقود الخبر اور عدت ممتدة الطہر کے مسائل میں فقہ مالکیہ کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں، اسی طرح اگر وہ اس تطلیقِ ثلاثہ کے مسئلے میں بھی امام صاحب کی تقلید سے ہٹ کر کسی دوسرے مسلک کے مطابق فتویٰ دے دیں تو حنفی مذہب میں اتنا توسع موجود ہے۔

ایسا مشورہ دینے والے حضرات مندرجہ ذیل ہیں :

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی، اس مسئلہ میں ترکِ تقلیدِ امامِ اعظم کی رخصت دیتے ہیں جیسا کہ مفقود الخبر اور عدت ممتدة الطہر کے مسائل میں احناف فقہ مالکیہ کے مطابق فتویٰ دینا جائز قرار دیتے ہیں (مجموعہ فتاویٰ ص ۳۲۷)

(۱) مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ دہلوی (۲) مولانا محمد عبدالحلیم قاسمی صدر علمائے احناف پاکستان (۳) مفتی حبیب المرسلین مدرسہ امینیہ دہلی (۴) مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب قاسمی فاضل دیوبند

(۵) پیر کرم شاہ صاحب ازہری (مدیر ماہنامہ "ضیائے حرم" بھیرہ، رکن اسلامی نظریاتی کونسل اور رؤیتِ ہلال کمیٹی) نیز احمد نگر میں منعقدہ سیمینار میں شرکت کرنے والے اکثر مقالہ نگار حضرات۔

البتہ قاری صاحب کی یہ بات درست ہے کہ امام مالکؒ بھی تین طلاق کو ایک قرار نہیں دیتے۔ میں دراصل کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس طرح بعض مسائل میں احناف فقہ مالکیہ کے مطابق فتویٰ دینے کو درست کہتے ہیں، اسی طرح بعض احناف اس مسئلہ میں بھی ایک طلاق شمار کرنے والے مسلک کی سفارش کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

شعر و ادب — جناب فضلِ انبالوی

حمدِ ربِّ ذوالجلال

تیرے عشق میں ہے فرحت، تیرے ورد میں ہے راحت — تو رئیسِ بزمِ امکاں تو مجازِ امن و شفقت
تو خدائے لم یزل ہے تیرے در سے ہو عنایت — تیرے ورد کی فضیلت، تیرے عشق کی حقیقت
ہو تیرے کرم سے یارب مجھے علم کی بصارت — میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی اشاعت
ہے تیری کرم نوازی مجھے ہو عطا بشارت — تیرے فیض سے کرم سے میرے دل میں ہو اطاعت
لکھے پھر قلم ہمیشہ میرا مصطفےٰ کی عظمت — تری بارگاہِ عالی سے عطا ہو خیر و برکت
ہو درودِ پاک لب پر، ہو میری یہی ریاضت — بکمالِ ہوش و رغبت کروں شوق سے عبادت
مجھے شغلِ وردِ تیرا بکمالِ عبدیت ہے — تیرے فضل سے ہمیشہ میری خوش رہے طبیعت
میں نحیف و ناتواں ہوں مجھے عاقبت کا ڈر ہے — تیرے در کی ہی گدائی سے ملے مجھے مسرت

ہے یہ فضلِ ناتواں تو فقط اک گدائے بیکس
ہو تیرے ہی در سے حاصل اسے زندگی میں عظمت